اُردو تنقید میں اُردو تحقیق کا انجذاب

ڈاکٹر معین الدین عقیل*

Abstract:
It has been argued in this essay that critical thinking essentially leads to analytical process that leads to research. For example in modern Urdu criticism one not only finds an increasing trend towards rational argument, evidence and analysis, but it is also beginning to draw heavily upon scientific and sociological facts. Then again the need to write a history of literature also forces one to do research. Hence one major trend in modern criticism is this increasing inter-dependence of critical thinking and research.

بعض علمائے ادب نے ادب اور تحقیق کو دو مختلف عمل اور دو متوازی رویوں سے متصف کیا ہے ___ لیکن اکثر علمائے ادب ان دونوں کے درمیان ایک ناگزیر تعلق اور رشتے کو لازمی قرار دیتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ تحقیق ___ اپنے نتائج کی جستجو میں تنقیدی رویے اور اُسلوب کے بغیر کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتی۔ اسے ہر ہر مقام پر واقعات، شواہد، مآخذ اور اخذِ نتائج کو جانچنا، پرکھنا اور تنقیدی عمل سے دوچار رہتے ہوئے دلائل اور امکانات اور قرائن و قیاس کی وادیوں سے گزر کر اپنی ممکنہ منزل تک پہنچنا ہوتا ہے۔ اس طرح اس عمل میں تحقیق کے لیے تنقید پر انحصار واقعتاً لازمی ہو جاتا ہے۔

اپنے اس انداز کے مطالعے میں تحقیق کو ضرورتاً کہیں شخصیت یا تاریخی نوعیت کے مطالعے و تذکرے میں زندگی کے احوال، خاندان، عہد اور معاشرتی و سیاسی حالات کو پیشِ نظر رکھنا پڑتا ہے تو کہیں ترتیب و تحقیق متن میں اختلافِ نسخ کو جانچنا، نسخوں کی قدامت کا تعین، اسالیب اور لسانی خصوصیات اور رسم الخط اور اُصولِ املا کی پرکھ، مآخذ کے استعمال میں عصری، بنیادی اور ثانوی کے مابین تمیز اور فرق کا تعین جیسے مسائل اور معاملات سے اسے ہر دم سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس کے برعکس ایک دوسرا زاویہ بھی پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ خود تنقید کے لیے بھی تحقیق سے مفر ممکن نہیں۔ یوں دیکھا جائے تو آج تنقید اپنے عمل میں ایک جانب غور و فکر اور دلائل سے معاونت طلب کرتی ہے ___ تو دوسری جانب وہ تحقیقی موضوعات اور نتائج اور فیصلوں کو پرکھنے اور جانچنے کے لیے مختلف معاشرتی علوم مثلاً تاریخ،

* صدر شعبہ اُردو، کراچی یونیورسٹی، کراچی۔

عمرانیات، معاشیات، فلسفہ ونفسیات اور کہیں سائنسی علوم مثلاً طبیعات، ماحولیات اور حیاتیات وغیرہ سے مدد لے کر اپنا نظریہ یا اُصول وضع کرتی ہے یا کسی رائے اور نتیجے پر پہنچتی یا فیصلہ سناتی ہے۔ اس طرح اپنے اس اُسلوب میں تحقیق اس کے لیے ناگزیر بن جاتی ہے۔

ایسا نہیں کہ تنقید کے لیے تحقیق کا ناگزیر حیثیت اختیار کرنا کوئی حالیہ رویہ یا عمل ہو۔ ماضی کے بیشتر محقق دراصل ہمیں نقاد کی صورت میں ملتے ہیں۔ مثلاً میں اٹھارویں اور انیسویں صدی کے تذکرہ نویسوں کو محقق نہیں نقاد مانتا ہوں، جنہوں نے اپنے نقدِ شعر کے ذوق کی تسکین کے لیے تحقیق کا سہارا لیا۔ اگرچہ اُس دور میں ایشیاٹک سوسائٹی (کلکتہ) کی قائم کردہ روایتوں اور اس کے شائع کردہ تحقیقی مجلّوں اور پھر انگریزوں کے قائم کردہ علمی و تعلیمی اداروں سے منسلک یا فیض یافتہ علمائے تحقیق نے کہیں کہیں نظری بحثوں میں حصہ لیا ــــــ لیکن ان کی یہ بحثیں لفظوں اور متون کے عہد بہ عہد تغیرات تک محدود تھیں۔ ان میں سید احمد خاں کی ''آثار الصنادید'' ایک مختلف اور منفرد استثنیٰ کی مثال ہے۔

اُردو شعر و ادب کے موضوعات میں تو تذکرہ نویسوں کی قائم کردہ روایت کو محمد حسین آزاد نے ''آبِ حیات'' جیسے عمدہ تنقیدی مرقع میں یک جا کر دیا تھا، جو اپنے بیانات کی جانچ اور پرکھ کے لیے تحقیق کے سہارے اپنے تنقیدی خیالات پیش کرتے نظر آئے۔ حالؔی نے اس عمل کو مزید نکھار کر اور بنا سنوار کر ''مقدمۂ شعر و شاعری''، ''یادگارِ غالب'' اور ''حیاتِ سعدی'' میں سمو دیا ہے۔ یہ تصانیف بنیادی طور پر تنقید کی کتابیں ہیں ــــــ جو تحقیقی عمل کے بغیر، جو اِن میں جگہ جگہ نمایاں ہے، شاید اپنا مقصد پورا نہ کر سکتیں۔ اسی ذیل میں شبلؔی کی تصنیف ''شعر العجم'' ایک مزید بہتر مثال ہے۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو تنقید اور تحقیق ایک زمانے میں ــــــ بلکہ ''آبِ حیات'' سے لے کر ''شعر العجم'' اور ''شعر الہند''، بلکہ ''مراۃ الشعرا'' جیسی تصانیف کے منظرِ عام پر آنے تک، ایک دوسرے کے لیے اس حد تک ناگزیر تھیں کہ ایک دوسرے کے بغیر، خصوصاً تحقیق کے بغیر، تنقید کا حق ادا ہوتا ہوا نظر نہ آتا تھا۔ بلکہ دیکھا جائے تو تحقیق کا رویہ تنقید پر اس حد تک حاوی تھا کہ ہمارے بیشتر نقاد ــــــ مورخ اور محقق ہی کہلاتے ہیں اور ان کی تنقید ــــــ تحقیق سے خوشہ چینی کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس عمل کا انحصار موضوعات پر بھی تھا، جو تنقید میں بھی تحقیق کا سہارا تلاش کرنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ یہ تو پہلی جنگ عظیم کے بعد بین الاقوامی حالات کے تناظر میں علوم میں جدید تصورات کے در آنے کے نتیجے میں تنقید نے کچھ عرصے کے لیے محض فکری مباحث کا لبادہ اوڑھ لیا ــــــ اور نقاد کے لیے عصری

رجحانات اور معاشرتی و معاشی محرکات ہی مرکز نظر رہے۔ اس کے بعد سے ہماری تنقید، ایک عرصہ تک خود کو نظری مباحث اور اُصول و اسالیب کے گرداب سے باہر نہ رکھ سکی۔

اُس عہد میں کہ تنقید نے خود کو تحقیق میں ضم کر رکھا تھا، یہ تحقیق ہی کی بہترین اور مکمل ترین صورت قرار پائی اور چوں کہ بعد کے حالات میں مروّجہ تنقید سے تنقید کا عنصر قریب قریب خارج ہو گیا___ اس لیے قدیم طرزِ تنقید کا نام ہی تحقیق پڑ گیا۔ لہٰذا اُس عہد میں تنقید اور تحقیق دو علیحدہ علیحدہ عمل قرار پا کر متوازی راہوں پر چلتے رہے___ سوائے اس کے کہ تحقیق نے تنقید سے کہیں صرفِ نظر نہ کیا اور اس کے وسیلے سے فیض اُٹھاتی رہی۔ یہ تو بھلا ہو ادب کی تاریخ نویسی کا کہ جس نے رام بابو سکسینہ اور یحییٰ تنہا کے بعد جدید اور سائنٹی فک اُصول اختیار کیے تو تنقید___ تحقیق پر حاوی نظر آنے لگی___ اور تخلیق ادب کا جائزہ معاشرتی اور تاریخی حالات کے تابع ہو کر جب مطالعہ کا موضوع بنا تو ادب کا ارتقا تحقیق سے جوڑنا لازم ہو گیا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی اور ڈاکٹر تبسم کاشمیری کی تصانیف تاریخ ادب اس کی بہتر مثالیں ہیں۔ اس ضمن میں احتشام حسین، ڈاکٹر محمد حسن اور علی جواد زیدی کے نام بھی شامل کیے جا سکتے ہیں___ جن کی لکھی ہوئی تاریخوں کا حاوی مزاج تنقید سے عبارت ہے۔

اب اس رُخ سے دیکھیے تو تنقید ادب، چاہے اس کا مقصد ارتقائی مطالعہ ہو یا تخلیق کے معیار کی جانچ اور پرکھ___ اور یہ سب اپنے عہد کے تاریخی و تہذیبی اور معاشرتی و سیاسی حالات کے تناظر میں رکھ کر کی جائے___ تحقیقی عمل سے گریز میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اب اس امر پر سب ہی کا اتفاق ہے کہ تنقید کو بہر حال سائنٹی فک ضرور ہونا چاہیے۔ اگر یہ لازم ہو تو پھر سائنسی اندازِ نظر تحقیق کے بغیر ممکن نہیں۔ آج فن یا تخلیق کی پرکھ اور معیار بندی فن کار یا تخلیق کار کی شخصیت اور اس کے ماحول کے بغور مطالعے کے بغیر ممکن نہیں اور کوئی شخصیت اپنے عہد اور ماحول کے بغیر کوئی معنی نہیں رکھتی۔ ماحول اور عہد کا مطالعہ___ اور خود اس شخصیت کا ارتقائی احوال تحقیقی مطالعے اور جائزے کا تقاضا کرتا ہے۔ آج اگر چہ یہ عمل اور اندازِ نظر بے حد ضروری ہو گیا ہے لیکن صرف آج ہی نہیں، ماضی کے ہمارے وہ نقاد، جو تحقیق سے خاص نسبت اور علاقہ نہ رکھتے تھے___ اپنے تنقیدی مطالعوں میں بیشتر مقامات پر اور بیشتر موضوعات و مباحث کے ذیل میں تحقیق سے استفادے پر مجبور ہو گئے۔ چناں چہ اس عمل کے عہدِ اول کو دیکھیے تو اثر لکھنوی، نیاز فتح پوری، ل۔ احمد جیسے نقاد اپنے متعدد مطالعات میں تحقیق سے خوشہ چینی کے بغیر اپنی بات مکمل نہ کر سکے۔ اُس عہد میں اثر لکھنوی، صفدر مرزا پوری، نجم الغنی نے اصلاحِ شعر کے اپنے تنقیدی جائزوں میں کمالِ تحقیق کا جو ثبوت دیا تھا، بعد میں شاداں بلگرامی، تمنا عمادی اور پھر اب ابرار حسنی اور عنوان چشتی تک اس روایت پر چلتے

رہے ہیں۔آج یہ روایت بہت محدود ہو کر رہ گئی ہے یا بلکہ دم توڑتی نظر آتی ہے۔اب تنقید نے، جدید زمانے میں اور جدید رجحانات اور تصورات میں اپنے مقاصد کو مخصوص دائرے میں سمیٹ رکھا ہے۔یہ اپنے اُصولی مباحث کے تحت اب ادبی قدروں کے تعین، ادب کی حقیقت و ماہیت اور تہذیبی و معاشرتی قدر و قیمت سے منسلک ہو کر رہ گئی ہے اور آج کا نقاد ادبی معیار کے تعین میں اگر چہ اُن ہی اُصولوں، تصورات اور مقاصد پر اپنے مطالعے کو مرکوز رکھتا ہے، لیکن ادبی معیار اور حقائق کے تعین میں تحقیقی عمل سے گزرے بغیر یہ کام انجام نہیں دے سکتا۔اس لحاظ سے تنقید میں تحقیق سے استفادے و انجذاب کے اس عمل کی کچھ عمدہ مثالیں ہمیں کلیم الدین احمد، احتشام حسین، ممتاز حسین، سبطِ حسن، علی جواد زیدی اور محمد حسن کی تنقید اور تنقیدی اسالیب میں نظر آتی ہیں۔ بعد میں اس اُسلوب میں ایک نمایاں اضافہ شمس الرحمٰن فاروقی، جیلانی کامران اور گوپی چند نارنگ جیسے نقادوں کی تحریروں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

اس سے قطع نظر ــــ آج کی جدید تنقید جہاں ایسے متعدد ناموں سے آراستہ ہے جنھوں نے اپنا سفر اگرچہ تحقیق کی راہوں پر شروع کیا تھا، لیکن تنقید ان کا زادِ راہ ہوتی تھی، اسی کے ساتھ ساتھ ایسے متعدد اہلِ قلم بھی موجود ہیں جنھوں نے اپنی کسی اور حیثیت کے ساتھ ساتھ اگر اپنے مطالعات کو تنقید پر منحصر رکھا تو ان میں تحقیق سے بھی کام لیا۔ پھر آج بیشتر مطالعے اور جامعات میں ایم۔فل یا پی ایچ۔ڈی کی غرض سے لکھے جانے والے مقالات تنقیدی موضوعات پر بھی ــــ اور تنقیدی مطالعات کے مقصد سے بھی لکھے جا رہے ہیں، ان مقالات میں شاذ ہی ایسا کوئی مطالعہ ہو ــــ جو تحقیق کے اُسلوب اور لوازم سے بے نیاز ہو۔

اس لحاظ سے جدید تنقید اور تنقیدی مطالعے ــــ جدید اُصولِ تحقیق اور جدید تحقیقی عمل اور اُسلوب کے بغیر آج معیاری نہیں کہے جاسکتے۔ چناں چہ آج ادب ــــ معاشرے اور تخلیق کے درمیان موجود تعلق کو سمجھنے کے لیے تحقیق ــــ تنقید کے لیے ایک ایسی بنیادی ضرورت بن گئی ہے، جن کا باہمی انجذاب تنقید کے معیار کو مستحکم اور وقیع بنانے کا سبب بن گیا ہے۔